Bi-Annual URDU
Vol. 100, No. 2, Jul-Dec 2024
ISSN: 2519-6332 (Print)
ISSN: 2708-1915 (Online)

صدف منیر ❁
ڈاکٹر فرزانہ کوکب ❁❁

جاوید صدیقی کی خاکہ نگاری کا تہذیبی سیاق

Cultural Context of Javed Siddiqui's Sketch-writing

By *Sadaf Munir, PhD Scholar, Dept. of Urdu, Bahauddin Zakaria University, Multan.*
Dr. Farzana Kaukab, HoD, Dept. of Urdu, Bahauddin Zakaria University, Multan.

Abstracts

India has been the cradle of different languages and diverse cultures. There will be no country on the world map that is as culturally diverse and linguistically diverse as India. The process of change in civilization is very simple which enters it without foot and then it is transferred from one generation to another generation and from the second to the third generation. These sketches of Javed Siddiqui are not just pictures of personalities or scenes of places, but they are the traces of cultural, social, political and social ups and downs that need to be preserved and introduced to future generations. No method has yet been discovered other than the pen. There is also a natural sense of humor in his sketches. Jolani, cheerfulness, humor and the elements of sarcasm are part of his writing. Based on all these qualities, *Langar Khana* is an important pillar in the tradition of Urdu literature and sketching.

❁ پی ایچ ڈی اسکالر، شعبۂ اردو، بہاء الدین زکریا یونی ورسٹی، ملتان
❁❁ صدر، شعبۂ اردو، بہاء الدین زکریا یونی ورسٹی، ملتان

Bi-Annual URDU
Vol. 100, No. 2, Jul-Dec 2024
ISSN: 2519-6332 (Print)
ISSN: 2708-1915 (Online)

Keywords: Sketch-writing, Aesthetic values, Cultural context, Scenery, Eloquence.

اپنی روز مرہ کی زندگی میں ہم اس شخص کو 'مہذب' کہتے ہیں جو خوش پوشاک ہو، شیریں کلام ہو، بڑوں کا احترام اور چھوٹوں کے ساتھ شفقت سے پیش آئے، متعلقہ سماجی ماحول کے خورد و نوش کے ساتھ ساتھ آداب نشست و برخاست سے بھی واقف ہو۔ یہ کچھ عمومی تصورات ہیں جو 'تہذیب' کا لفظ سننے کے بعد ہمارے ذہنوں میں گردش کرنے لگتے ہیں۔ کوئی شخص ان خوبیوں سے آراستہ ہے تو اسے 'کلچرڈ' کہا جاتا ہے اور اگر نہیں ہے تو اسے 'ان کلچرڈ' کہتے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تہذیب اور کلچر کی مختلف تعریفات کی مدد سے اس کے حقیقی مفہوم تک رسائی حاصل کی جائے۔ ڈاکٹر عابد حسن تہذیب کے متعلق رقم طراز ہیں:

> تہذیب نام ہے اقدار کے ہم آہنگ شعور کا جو ایک انسانی جماعت رکھتی ہے، جسے وہ اجتماعی احساسات میں ایک معروضی شکل دیتی ہے، جسے افراد اپنے جذبات، رجحانات، اپنے سبھاؤ اور برتاؤ کو ان اثرات میں ظاہر کرتے ہیں جو وہ مادی اشیا پر ڈالتے ہیں۔ (۱)

کسی جماعت اور سماج کے اقدار کے ہم آہنگ شعور کو 'تہذیب' کہتے ہیں۔ اس موقع پر یہ سوال واجبی طور پر سامنے آتا ہے کہ یہ قدریں دو قسم کی ہوتی ہیں پہلی خارجی قدر اور دوسری داخلی قدر۔ خارجی قدروں میں وہ جملہ اشیا داخل ہیں جن کا تعلق انسان اور انسانی جماعت کے اندرون کے بجائے بیرون سے ہوتا ہے اور جو مادی یا غیر مادی وجود بھی رکھتے ہیں مثلاً ملک اور ملک کا سیاسی و اقتصادی نظام، شہروں کی حیثیت، صنعت و حرفت کے ادارے، فنون لطیفہ کے کارنامے اور علم و فضل کے حصول کا شوق وغیرہ۔ اس کے برعکس داخلی قدروں کا تعلق انسان اور فرد کی ذاتی صلاحیت و کسب، احساسات و جذبات اور خود فرد کے اپنے وضع کردہ اصول سے ہوتا ہے۔ پروفیسر محمد مجیب داخلی قدروں کی نشاندہی کرتے ہیں:

> کسی جماعت یا سماج کا مذہب، اس کے افراد کے عقائد، اخلاق و عادات، اس کے تجربات و مشاہدات، یہ سب کے سب تہذیبی قدروں کے تعمیر و فروغ میں معاون ہوتے ہیں۔ نیز یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ کسی سماج میں جذبات و احساسات کی پیش کش میں کس حد تک جمالیاتی عناصر شامل ہیں۔ فنون لطیفہ کی دیگر اہم اصناف کو افکار و نظریات کی کرنوں سے کس قدر

Bi-Annual URDU
Vol. 100, No. 2, Jul-Dec 2024
ISSN: 2519-6332 (Print)
ISSN: 2708-1915 (Online)

تابانیاں بخشی گئی ہیں، ان امور کو بھی سماج کی داخلی قدروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ (۲)

سید مجاور حسین نے بھی اپنی کتاب "اُردو شاعری میں قومی یکجہتی کے عناصر" میں کلچر میں پانچ قدروں یعنی ذہنی قدر، معاشی قدر، جمالیاتی قدر، تکنیکی قدر اور سماجی قدر کے شمولیت کی بات کی ہے۔ ان پانچ عناصر میں سے جمالیاتی قدر کو نمایاں حیثیت حاصل ہے کیوں کہ اس کا تعلق ادب اور زبان سے ہے۔

> زندگی کا وہ احساس اور جذبہ جو مارک ٹوئین کے الفاظ میں بہتر کو بہترین بنانے کی کوشش اور انسانی جذبات کے اظہار اور تسکین کو متشکل کرنے کا نام ہے جمالیاتی قدروں کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ رقص، مصوری، موسیقی، نقاشی ان سب کا شمار جمالیاتی قدروں میں کیا جاتا ہے۔ ادب میں اور ان میں صرف اتنا فرق ہے کہ ادب الفاظ کا رقص الفاظ کی موسیقی، الفاظ کی مصوری اور الفاظ کی نقاشی پر زور دیتا ہے اس کے برعکس یہ خود ایک عمل ہے۔ (۳)

ان اقدار کے مظاہر وہ عامل ہیں جن میں انسانی کوششیں خود اپنے ذہنی تصورات کی بنیاد پر مادی تخلیقات کا عمل انجام دیتی ہیں۔ ان کی تعمیر میں بہر حال آلات سے کام لینا پڑتا ہے۔ ان میں فن تعمیر، مجسمہ سازی اور نقاشی وغیرہ شامل ہیں۔ فرد اور سماج کے باہمی رشتوں کی بنیاد پر ان قدروں کا تعین ہوتا ہے۔ حفظِ مراتب سماجی حقوق، فرائض کا احساس، خاندان کی ذمے داریاں، اجتماعی زندگی کے برتاؤ، ان اقدار کے اجزا ہیں۔ تہذیب کی مذکورہ تفصیلات سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ انسان کی تخلیقی کاوشوں سے عبارت ہے۔ یہ تخلیقی کاوشیں نظام حیات کی ترتیب، تنظیم اور تہذیب کرتی ہیں اور جس کے اثرات ارتقائی طور پر ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

ہندوستان مختلف زبانوں اور متنوع تہذیبوں کا گہوارہ رہا ہے۔ دنیا کے نقشے پر ایسا ہی کوئی ملک ہو گا جس میں تہذیبی رنگارنگی اور لسانی بوقلمونی ہو گی جتنی ہندوستان میں ہے۔ تغیر اور تبدیلی کائنات کا فطری اصول ہے جس سے تہذیب بھی مستثنیٰ نہیں ہے۔ کچھ تبدیلیوں کی عمر مختصر ہوتی ہے اور کچھ تبدیلیاں تہذیب کا جزو بن جاتی ہیں۔ تہذیب میں تغیر کا عمل بہت سبک ہوتا ہے جو دبے پاؤں اس میں داخل ہوتا ہے اور پھر ایک نسل سے دوسری نسل اور دوسری سے تیسری نسل تک منتقل ہوتا جاتا ہے۔ جاوید صدیقی کے خاکے اپنے سیاق میں تہذیب کے اس تغیر کو تیسری نسل تک منتقل کرنے کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔

جاوید صدیقی کی پیدائش ۱۳ جنوری ۱۹۲۴ء میں ہندوستان کی ریاست یوپی کے شہر رام پور میں ہوئی۔ ان کا تعلق مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی کے خاندان سے ہے۔ انھوں نے متنی تنقید کے بانی، ماہر غالبیات اور

Bi-Annual URDU
Vol. 100, No. 2, Jul-Dec 2024
ISSN: 2519-6332 (Print)
ISSN: 2708-1915 (Online)

محقق مولانا امتیاز علی خان عرشی رام پوری سے غالب کو پڑھا۔ جاوید صدیقی ۱۹۵۹ء میں رام پور سے ممبئی آئے۔ اخبارات میں لکھنا شروع کیا۔ اُردو کے معروف اخبارات 'خلافت' اور 'انقلاب' سے منسلک رہے اور بعد میں اپنا اخبار 'اُردو رپورٹر' جاری کیا، صحافت کو خیر باد کہہ دیا اور فلمی دنیا میں قدم رکھا۔ ان کی شہرت فلم نویسی اور ڈراموں کے حوالے سے ہے۔ پچاس سے زائد فلموں کے اسکرین پلے، کہانیاں اور مکالمات لکھ چکے ہیں۔ ان کو ۱۹۹۴ء میں فلم 'بازیگر' کے اسکرین پلے، ۱۹۹۶ء میں فلم 'دل والے دُلہنیا لے جائیں گے' کی مکالمہ نویسی پر انھیں فلم فیئر ایوارڈ ملا۔ ۱۹۹۶ء میں فلم 'راجا ہندوستانی' کے اسکرین پلے لکھنے پر اسکرین ایوارڈ سے نوازا گیا۔ ان کی لکھی ہوئی چند اہم فلموں میں 'شطرنج کے کھلاڑی'، 'تال'، سولجر، فضا، زمین، امراؤ جان، چوری چوری، گرو، کوئی مل گیا، تیزاب، دس کہانیاں، دل کیا کرے اور انگارے ہیں'۔ جاوید صدیقی نے شیام بنیگل کا 'بھارت ایک کھوج'، رمیش سپی کی 'قسمت' اور یش چوپڑہ کی 'وقت' جیسی سیریلز کے اسکرپٹ لکھے۔ انھوں نے ستر سے زیادہ ڈرامے لکھے اور اگاتھا کرسٹی کے 'چوہے دان (Mouse Trap) کو اُردو میں منتقل کیا جو 'اندھے چوہے' کے نام سے منظر عام پر آیا۔ جرمن ڈراما نگار برتولت بریخت 'پوٹیلا' (Puntilia) کو 'پرانا قلعہ' کے نام سے کیا جو ان کے بہترین ڈراموں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ دو خاکوں کے مجموعے روشن دان اور لنگر خانہ شائع ہو چکے ہیں۔

"روشن دان" اور "لنگر خانہ" جو علی الترتیب ۲۰۱۱ء اور ۲۰۱۵ء میں منظر عام پر آئے۔ پہلے مجموعے میں ۱۰ اور دوسرے میں ۸ خاکے شامل ہیں۔ جاوید صدیقی نے جن افراد کے خاکے لکھے ہیں، ان میں سے کچھ معروف ہیں اور کچھ غیر معروف مگر سب کے سب ان سے کسی نہ کسی درجے میں قریب رہے ہیں۔ بعض ان کے خاندانی افراد ہیں، بعض رفقاے کار اور بعض احباب وہ افراد ہیں جن کو جاوید صدیقی نے قریب سے دیکھا۔ ان کی زندگی کا مشاہدہ کیا اور ان کے احوال و افکار کا تجزیہ کیا اور پوری دیانت، ہمدردی، غیر جانبداری اور خلوص کے ساتھ ان کی "شخصیت" کی زندہ، متحرک اور دل کو چھو لینے والی تصویر پیش کر دی ہے۔ یہ "شخصیات" صرف افراد کی حیثیت سے ہی نہیں بلکہ تہذیب گزشتہ اور قدیم ثقافت کے نمائندہ کے طور پر ذہن و دماغ کو مہمیز لگاتے ہیں اور کہیں قلب و جگر کو پگھلاتے ہیں۔ اگرچہ بعض خاکے تکنیک اور ساخت کے اعتبار سے فنی تقاضوں کو پورا نہیں کر پاتے۔ دونوں مجموعوں کے ۱۸ خاکوں میں دس خاکے فنی، اسلوبیاتی اور تکنیکی حیثیت سے کامیاب اور عمدہ ترین ہیں جن میں حلیہ نگاری، کردار نگاری اور واقعات نگاری کے ساتھ ساتھ زبان و بیان کی شگفتگی، عبارت کی روانی، بیانیہ کا سسپنس (Suspense) اور ظرافت کی چاشنی سبھی کچھ تناسب اور توازن کے ساتھ موجود ہیں۔ اس پر مزید جذبوں کی تپش، خلوص کی آنچ اور

Bi-Annual URDU
Vol. 100, No. 2, Jul-Dec 2024
ISSN: 2519-6332 (Print)
ISSN: 2708-1915 (Online)

صداقت کی لو سبھی نے مل کر ان خاکوں کو خاصے کی چیز بنا دیا ہے۔ "روشن دان" میں "حجیانی"، "موگرے کی بالیوں والی"، "مما اور بجیا"، "ہارے ہوئے لشکر کا سپاہی" اور لنگر خانہ میں "ساتھیا" اور "کیا آدمی تھا رے" جاوید صدیقی کے نمائندہ خاکے ہیں اور ان کی فنی پختگی کی واضح دلیل۔ "حجیانی" کا خاکہ جو ان کے رام پور کی قدیم حویلی میں "خادمہ" کے طور پر رہتی تھیں اور یہیں پلی بڑھیں، شادی کی اور بچوں کی پرورش کی نہ صرف ایک فرد کی داستانِ حیات، عادات و اطوار اور سیرت و کردار کی عکاسی ہے بلکہ قدیم نظام معاشرت کی ایک دل پذیر جھلک بھی ہے۔ اس خاکہ کے دو بنیادی کردار ہیں اور تیسرا خود خاکہ نگار۔ ایک "حجیانی" دوسری "بڑی بیگم" (خاکہ نگار کی دادی)۔ یہ دونوں کردار ایک طرف اپنی عادت، سلوک، رہن سہن، گفتار اور جذباتی رویے کے اعتبار سے دلچسپ اور فکر انگیز ہیں وہیں قدیم سماج کے دو طبقوں کے آپسی تعلقات، کشمکش اور رشتوں کے تضادات کے بھی آئینہ دار ہیں اور خاکہ نگار معصومیت اور ہمدردی کے جذبوں سے سرشار اپنے ذہن کے کیمرے میں کم و بیش ہر آہٹ اور ایک ایک حرکت کو قید کرتا جا رہا ہے اور نتیجہ یہ ہے کہ قاری ایک ایسی دنیا جو افسانے سے بھی زیادہ حیران کن ہے، میں منتقل ہوتا محسوس ہوتا ہے۔ اپنی خاکہ نگاری کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> یہ سچ ہے کہ فلموں نے مجھے دولت بھی دی اور شہرت بھی، مگر وہ تخلیقی تسلی نہ مل سکی جس کی تلاش تھی۔ ایک دن جب تنہا بیٹھا ہوا غم جہاں کا حساب کر رہا تھا تو کچھ لوگ بے حساب یاد آئے۔ ان کی جلتی بجھتی یادوں کو کاغذ پر جمع کیا تو کچھ خاکے تیار ہو گئے۔ (۴)

'روشن دان' اور 'لنگر خانہ' کے مطالعے محولہ بالا مطالب واضح ہوتے چلے جاتے ہیں۔ جاوید صدیقی نے 'روشن دان' کے ذریعے اُردو ادب میں ایک روشن حلقہ بنایا ساتھ ہی سُبک اور ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں سے دل اور دماغ کو راحت و فرحت کا احساس دلایا۔ روشن دان ہماری تہذیب و تمدن کی علامت رہے ہیں۔ دور حاضر میں جو کنکریٹ کے جنگل ابھارے جا رہے ہیں ان میں 'روشن دان' ہوتے ہی نہیں۔ فرینچ کٹ سلائیڈ نگ ونڈوز نے روشن دان کی تہذیب کو ختم کر دیا ہے۔

جاوید صدیقی 'لنگر خانہ' لے کر حاضر ہوئے۔ 'لنگر خانہ' بذات خود ہماری عنقا ہوتی ہوئی تہذیب کی ایک اہم علامت رہا ہے۔ 'لنگر خانہ' سے متعلق جاوید صدیقی لغت کے حوالے سے فرماتے ہیں 'لغت کہتی ہیں:

> لنگر خانہ وہ مقام ہے جہاں سے محتاجوں اور ناداروں کو کھانا ملتا ہے، مگر میرا خیال ہے کہ وہ بھی لنگر خانے ہیں جہاں سے ذہن کو روشنی، روح کو آسودگی اور خوابوں کو حوصلے ملتے ہیں۔ ہم

Bi-Annual URDU
Vol. 100, No. 2, Jul-Dec 2024
ISSN: 2519-6332 (Print)
ISSN: 2708-1915 (Online)

جیسے ناداروں کو غذا فراہم کرنے والے یہ لنگر خانے انسانی شکل میں بھی ہوتے ہیں بس ڈھونڈنے کے لیے آنکھ اور دستک دینے کے لیے ہاتھ ہونے چاہیے۔ (۵)

جس طرح سے کسی غزل میں کوئی ایک شعر حاصل غزل کہلاتا ہے اسی طرح 'لنگر خانہ' کا درجِ ذیل جملہ حاصل 'لنگر خانہ' کے مترادف ہے۔ 'لنگر خانہ' اس گلی کا نام بھی ہے جس کی مٹی نے میرے پیروں کے نشانوں کو بڑا ہوتے دیکھا، وہ گلی تو وہیں ہے مگر لنگر خانہ میرے ساتھ آگیا ہے۔

یادوں کو اپنے وجود کا حصہ بنا لینا اور اپنی روح میں سمو لینا اور انھیں قیمتی جواہر کی طرح سنبھال کر رکھنا ایک اہم تخلیق کار کا خاصہ ہوتا ہے۔ جاوید صدیقی نے ایسی ہی بے شمار یادوں کو سینت کر رکھا۔ انھیں لفظ لفظ اینٹوں میں ڈھالا، اینٹوں کا بھٹہ (جسے 'پژاواہ' کہتے ہیں) خود ہی دہکایا اور جب لفظ لفظ اینٹیں تیار ہو گئیں تب اُس پژاوے سے بہترین اینٹوں کا انتخاب کر کے لنگر خانہ تعمیر کر دیا۔ جو لفظوں کی پچی کاری، صناعی اور کاریگری کا بہترین نمونہ ہے۔ اس لنگر خانے میں کل آٹھ خاکے یا خاکہ نما ہیں۔ کیا آدمی تھا رے، فقیر بادشاہ، کیفی صاحب لال سلام، وہ ڈیڑھ دن، یہ چار خاکے مشہور معروف ہستیوں پر قلم بند کیے گئے ہیں۔ جی حضور، ساتھیا، اکبری اور ایک بے حد شریف آدمی۔ یہ چار خاکے کم معروف یا عام انسانوں پر مبنی ہیں۔ اکبری بوا کی حویلی آمد پر لکھتے ہیں:

> گیلے کپڑوں سے ڈھکی ہوئی ایک بڑی سی ٹوکری سر پر اٹھائے ودیا ساگری جوتی کھٹکھٹاتی اکبری بوا نے جیسے ہی آنگن میں قدم رکھا تو گھر کی ساری ہلچل رک گئی۔ دوڑتے بھاگتے شور مچاتے بچوں نے بوا کو دیکھا تو کھیلنا چھوڑ دیا اور ان کی آنکھوں میں چمک آگئی۔ فیاضی بیگم نے حقے کی منہ نال ہونٹوں سے ہٹا کر خوشبو دار دھواں چھوڑ اور مسکرائیں۔ باجی باورچی خانے میں تھیں وہیں سے جھانک کر دیکھا اور چلائیں، 'ارے اکبری بوا آئی ہیں'۔ کمروں دالانوں سے کئی آپائیں اور باجیاں باہر نکل آئیں۔ بوا نے چبوترے پہ اپنی ٹوکری رکھی، کمر پہ ہاتھ رکھ کر سیدھی ہوئیں، کالے رنگ کی میلی اوڑھنی سے ماتھے کا پسینا پونچھا۔ (۶)

فصاحت و بلاغت کی بات کریں تو 'بی حضور' کا ابتدائی پیراگراف بطور مثال پیش کیا جا سکتا ہے۔ اس عمدہ خاکے کی ابتدائی آڑی ترچھی لکیریں ہی 'بی حضور' کی شکل اختیار کر لیتی ہیں اور قاری کے تجسس اور تخیل کو مہمیز عطا کرتی ہیں۔

جس میں پورے وہ یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اگر حوریں بوڑھی ہو جائیں تو بالکل میری نانی جیسی نظر

Bi-Annual URDU
Vol. 100, No. 2, Jul-Dec 2024
ISSN: 2519-6332 (Print)
ISSN: 2708-1915 (Online)

آئیں گی۔ انھوں نے ان کی جوانی تو نہیں دیکھی مگر ان کا بڑھاپا بہت ہی خوب صورت تھا۔ چمپئی گلابی رنگت، سفید بال جو کبھی سنہرے رہے ہوں گے اور جن میں کہیں کہیں پرانا سونا چمک جاتا تھا۔ اونچی ستواں ناک، بہت پتلے پتلے ہونٹ اور ہلکے رنگ کی آنکھیں جو کبھی بادامی رنگ کی رہی ہوں گی۔ قامت بھی خاصی تھی، دوسروں کے ساتھ کھڑی ہوتیں تو ہمیشہ بلند نظر آتیں۔

اس خاکے میں کہانی ہے، واقعات میں، بہترین مکالمے ہیں اور دل کو اپنی گرفت میں لینے والے عمدہ مناظر ہیں۔ بی حضور کا کمرہ اس کی جزئیات تہذیب کو اجاگر کرتے ہیں:

> ان کے کمرے میں چوکیوں کا فرش تھا۔ جس پر ایک میلی سی چاندنی بچھی رہتی تھی اور دو تین تکیے رکھے رہتے تھے۔ ایک کونے میں ہرن کی کھال بچھی رہتی جو گھستے گھستے چکنی اور سپاٹ ہو چکی تھی اور اس کے بال جگہ جگہ سے غائب ہو چکے تھے۔ یہ بی حضور کی جائے نماز تھی، کھال پر ایک ہزار دانہ تسبیح رکھی رہتی تھی اور ایک پرانا پھٹا ہوا پنج سورہ۔ بی حضور تہجد کی نماز پڑھ کے حلقہ کیا کرتی تھیں، وہ جائے نماز پر دوزانو بیٹھ جاتیں اور آنکھیں بند کر کے زور زور سے "اللہ ہُو اللہ ہُو" کی گردان کرتیں... پڑھنا، پھونکنا، اتارا کرنا، دم کیا ہوا پانی اور تعویذ دینا روزمرہ کا مشغلہ تھا۔ کسی کو دعا در کار ہوتی کسی کو تعویذ کسی کو گنڈا۔ نہ جانے کہاں کہاں سے لوگ آتے تھے اور بی حضور کسی کو مایوس نہیں کرتی تھیں۔ (۷)

'ساتھیا' خاکے میں جاوید صدیقی نے شمع زیدی کی جو خوبیاں بیان کی ہیں وہ اَن گنت ہیں۔ اتنی خوبیاں کسی ایک شخصیت میں موجود ہونا متحیر کرنے کا جواز پیدا کر دیتی ہیں۔ شمع بہت کم بولتی ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ جب بولتی ہیں اور جو بولتی ہیں وہ ایسا ہوتا ہے کہ اچھے اچھے بولنے والے بھی دیر تک بولنے کے قابل نہیں رہتے۔ اس خاکے میں رام پور کا نقشہ کھینچا ہے۔

> شمع نے اپنے وطن سے اپنا رشتہ کبھی نہیں توڑا۔ وہ آج بھی رام پور کے محلوں اور محل والوں کا، گلی کوچے بازاروں کا، باورچیوں، قوالوں، چار بیت گانے والوں اور چاقو ٹوپی بنانے والوں کا ذکر اس والہانہ انداز سے کرتی ہیں کہ لگتا ہے کہ کوئی پرانا عاشق اپنی محبوبہ کی جوانی کو یاد کر رہا ہو۔ (۸)

ان کے علاوہ بھی جاوید صدیقی نے کئی خوبیاں گنوائی ہیں۔ اس خاکے میں جاوید صدیقی نے جو مختلف نوعیت

Bi-Annual URDU
Vol. 100, No. 2, Jul-Dec 2024
ISSN: 2519-6332 (Print)
ISSN: 2708-1915 (Online)

کے رنگ بھرے ہیں اس سے خاکہ بے حد دلچسپ بن گیا ہے۔ شمع زیدی کے اسکیچ میں کئی رنگ ابھرتے ہیں، کچھ رنگ شوخ و شنگ ہیں۔ کچھ دھندلے سے ہیں جو مکمل طور پر ابھر نہیں پاتے۔ مگر چند رنگ ایسے ہیں جو صاحب خاکہ کی ذہانت، متانت اور قناعت کی غمازی کرتے ہیں۔ ان کا ایک رنگ جو بے حد پُر تاثیر ہے، وہ ان کی انسانیت نوازی کا رنگ ہے۔ ان کا نوکر گربچن سنگھ، اس کی بیوی سوشیلا اور ان کے چار بچوں کی پرورش و پرداخت اور تعلیم کی ذمے داری شمع زیدی نے جس حسن و خوبی اور اپنائیت سے کی ہے اس کی مثال شاید ہی کہیں موجود ہو۔

> بمبئی میں شمع کا گھر بہت چھوٹا تھا۔ بس دو کمرے، ایک کچن اور ایک لمبی سی بالکنی اور اس چھوٹے سے گھر میں دس افراد رہا کرتے تھے۔۔ میں اکثر اور حیرت کرتا تھا کہ عالیشان کوٹھیوں اور بنگلوں کی رہنے والی شمع اتنی کم جگہ میں اتنے بہت سے لوگوں کے ساتھ کیسے رہ سکتی ہے مگر شاید یہ شمع کے اندر چھپا ہوا سوشلزم تھا جس نے گھر کو کمیرن (کمیون) بنا دیا تھا۔ (۹)

شمع زیدی کا خاکہ پڑھتے پڑھتے قاری کے ذہن میں یہ خیال پختہ ہونے لگتا ہے کہ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔ یقیناً قاری کے ساتھ ساتھ جاوید صدیقی کو بھی یہ احساس ہو جاتا ہے یا ان کے درون سے یہ صدا، صدائے بازگشت کی صورت میں ابھرتی ہے کہ قاری جو کچھ سوچ رہا ہے اس کی تردید کر دی جائے۔

> شمع میری محبوبہ نہیں ہیں مگر وہ میری ہم خیال، ہم قدم، ہم قلم، ہم نوا اور ہمدرد ہیں۔ کسی ایک انسان سے ایک ہی وقت میں اتنے سارے رشتے بنانا آسان نہیں ہوتا۔ اس لیے کسی اور رشتے کی ضرورت بھی محسوس نہیں ہوتی۔ (۱۰)

'ایک بے حد شریف آدمی' یعنی ایک غیر معروف شخص، حمید بے کس کا خاکہ پڑھتے پڑھتے ان کے بے بس اور بے کسی ہمارے دل میں اترتی جاتی ہے۔ انھوں نے مدھیہ پردیش کے شہر میں آنکھیں کھولیں۔ انھیں چہار جانب غربت کے درشن ہوئے، جاوید صدیقی نے اس دور کی بڑے فن کارانہ انداز میں منظر کشی کی ہے۔

> آنکھیں کھول کر چاروں طرف دیکھا تو اندھیرا تھا۔ میرے دیش میں ایک عجیب رواج ہے، یہاں شرافت ان بھاری پردوں کو کہا جاتا ہے جو کھڑکی دروازوں پر اس لیے ڈال دیے جاتے ہیں کہ کوئی گھر کے اندر جھانک کر غریبی کو نہ دیکھ لے۔ کم عمر عبدالحمید کو بھی یہی سکھایا گیا کہ چٹنی روٹی کھاؤ اور اللہ کا شکر بجا لاؤ کیوں کہ باپ کی آمدنی بس اتنی ہی ہے۔ (۱۱)

Bi-Annual URDU
Vol. 100, No. 2, Jul-Dec 2024
ISSN: 2519-6332 (Print)
ISSN: 2708-1915 (Online)

بے کس صاحب کی بے کسی کروڑوں ہندوستانیوں کی عکاسی کرتی ہے۔ ان کی طرح کروڑوں ہندوستانی لاٹری کے ساتھ ساتھ شاطر، عیار اور مکار سیاست دانوں کے ذریعے دکھائے گئے حسین خوابوں کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔ وہ استحصال کرنے والی معاشی اور سیاسی قوتوں کو پہچان نہیں پاتے۔ علامہ اقبال نے ایک صدی قبل "مکڑا اور مکھی" نظم لکھ کر آگاہ کر دیا تھا کہ مکڑا کتنی بھی چاپلوسی کرے، حسین خواب دکھائے، اس کی باتوں میں نہیں آنا چاہیے۔ مگر بے کس صاحب نے کان نہیں دھرا اور لاٹری کا ٹکٹ پابندی سے خریدتے رہے۔

> "ارے بے کس صاحب، یہ بڑا چکر ہے۔ انعام اُن کو ملتا ہے جو سنڈیکیٹ بنا کر ہزاروں ٹکٹ خرید لیتے ہیں۔ ایک ٹکٹ سے کچھ نہیں ہوتا۔" حسبِ عادت سر جھکا لیا، کچھ سوچتے رہے پھر بڑے ادب سے بولے، "ہوتا ہے حضور... بہت کچھ ہوتا ہے۔ میں ایک روپے میں ایک مہینے تک حسین خواب دیکھتا ہوں، یہ بھی تو انعام ہی ہے۔"(۱۲)

ایک خاکہ ہے 'فقیر، بادشاہ' اس داستانِ حیات میں دنیا کے مشہور ترین مصور ایم ایف حسین کی جیتی جاگتی جھلکیاں ہیں۔ اس خاکے کی ایک قابل ذکر خوبی یہ بھی ہے کہ ایم ایف حسین صاحب کی جھلکیوں میں صدیقی صاحب بھی باعمل نظر آتے ہیں، جیسے انھوں نے حسین اب کی برش کی مدد سے اپنا عکس بھی ان میں شامل کر لیا ہے۔ پہلی جھلک ہی میں دونوں ساتھ ساتھ نظر آئے ہیں۔ بھنڈی بازار کی فٹ پاتھ پر۔ دراصل بھنڈی بازار ان علاقوں کا مرکب ہے جس کا ایک بڑا حصہ چور بازار کہلاتا ہے۔ یہیں ان کی نظر ایم ایف حسین پر پڑی تھی۔ پرانی کتابوں کی ڈھیر کے کنارے اپنے مطلب کی یا کوئی کمیاب ہاتھ آجانے کی اُمید میں بیٹھتے تھے۔ حسین صاحب کو آتے اور گزرتے دیکھا۔ بہت متعجب ہوئے کہ وہ شخص خوش ملبوس ہونے کے باوجود ننگے پاؤں تھا اور انگلیاں، انگوٹھا اور ایڑی بھدے لگ رہے تھے۔ حسین صاحب کا بھی بھنڈی بازار کی گلیوں سے گزرنا کچھ کم اہم نہیں ہے۔ وہیں ان کی کمیونٹی کی بستی آباد ہے۔ پاس ہی کیفِ نظارہ بھی ہے جہاں کی چائے کے وہ ہمیشہ متمنی رہے ہیں۔ پھر چور بازار کی اپنی جھلکیاں بھی کسی سے کم نہیں۔ اس کی فطرت میں کھلا پن ہے۔ گلیوں میں بھیڑ بھاڑ، مزاج ترش اور خود غرضی کا پرت چڑھا ہوا، ساتھ ہی صاف ستھرا اور کھرا، ادنیٰ اور اعلیٰ اشیا کا سچا اور خفیہ کاروبار کو بھی پھلنے پھولنے کی کھلی اجازت ہے۔ اس ننگے پیر والے انسان کا راز ان پر تب کھلا جب اخباروں میں خبر چھپی کہ ایک ایسے ہی شخص کو ولنگڈن کلب سے نکال دیا گیا کہ ان کے پیر بے لباس تھے۔ اتنی بڑی ہستی سے وہ یوں واقف تو ہو گئے لیکن اصل تعلق کی بنیاد اس دن پڑی جب ایم ایف حسین 'تمھاری امرتا' دیکھ کر بہت متاثر ہوئے۔ اسٹیج سے ہٹ کر صدیقی صاحب کا ہاتھ پکڑ کر

Bi-Annual URDU
Vol. 100, No. 2, Jul-Dec 2024
ISSN: 2519-6332 (Print)
ISSN: 2708-1915 (Online)

کہا۔ ”بہت اچھا لکھا ہے۔“ اس واقعے کے بعد ان میں دھیرے دھیرے دوستی پروان چڑھی اور ہمیشہ کے لیے امر ہو گئی۔ خاکے کے آخیر میں انھوں نے لکھا ہے۔ جب ان کی جلاوطنی کے دن تھے فون پر ان کے سوال کا جواب کہ ”جب بلالیں آجاؤں گا“ کو جن الفاظ و آواز میں کہا تھا وہ شاید آج بھی 'قطر' کے صحراؤں میں سنائی دیتے ہوں۔

'کیا آدمی تھا رے' بھی نہایت مشہور و معروف فلم ساز ستیہ جیت رے کی اس زندگی کا خاکہ ہے جس میں صدیقی صاحب نے بھی اپنا کردار بطور خاکہ نگار خوبی نبھایا ہے۔ اس طرح قاری کو دو مختلف ذائقوں کا لطف حاصل ہوا۔ ان ہی کی بدولت جاوید صدیقی کی نئی فلمی زندگی کا آغاز ہوا اور جن کے اطلاق سے 'شطرنج کے کھلاری' کے مکالمے مکمل ہوئے۔

ان جلتی بجھتی یادوں سے لپٹے اُن کی زندگی میں چند لوگ ایسے بھی تھے جو صرف آکے گزر نہیں گئے بلکہ ان کی زندگی کا ایک حصہ بن گئے اور اپنا گہرا نقش بھی چھوڑ گئے اسی لیے جاوید انھیں کبھی فراموش نہیں کر سکے۔ یہ خاکے دراصل انھیں نقوشِ ناتمام کی تصویر کشی کی ایک کوشش ہے جس میں جاوید صدیقی بہ احسن کامیاب ہیں۔ ستیہ جیت رے کے خاکے میں بھی انھوں نے اپنی فلمی زندگی کے آغاز میں اُن سے ملاقات اور ان کی فلم ”شطرنج کے کھلاڑی“ سے اپنی وابستگی کا بہت تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

'بڑے پاپا' صرف ایک شخصیت کا خاکہ نہیں ہے بلکہ ہندوستان کی مشترکہ تہذیب اور پاسداری کا نمونہ ہے۔ یہاں صولت پبلک لائبریری ہے۔ مطالعے کی شوقین بیگمات ہیں، لائبریری ہے، ایک ناول کے ۴ آنے یا بیس پیسے لیتے اور کبھی کبھی گھر کا بچہ جان کر معاف بھی کر دیتے۔ یہاں مانگ تانگ کر اور گھر کی کتابیں جمع کر کے بیٹھک میں کھلنے والی شمع لائبریری ہے جس کی ڈپازٹ کے دو روپے بڑے پاپا نے بھرے تھے اور کہا تھا:

”بھائی بزنس بزنس ہوتا ہے۔ ۲ روپے رکھو اور دس پیسے کرایے کے بھی۔“(۱۳)

یہاں دو لہا خاں کبوتر باز بھی ہیں جو روز صبح دیوان شام بہادر کی چھت سے کبوتر کی ٹکڑیاں اڑاتے ہیں۔ دو لہا خاں کبوتر بازی کی تفصیل بھی کم دلچسپ نہیں۔

> روز سویرے ایک دبلے پتلے بزرگ آیا کرتے جن کے سر پر رام پوری ٹوپی گلے میں رومال اور منہ میں پان ہوتا۔(۱۴)

بڑے بابا اور دو لہا خان کبوتر باز اوپر پہنچتے اور ہر کبوتر کا حال پوچھتے اور پھر دو لہا خان ایک جھنڈی ہلاتے اور

Bi-Annual URDU
Vol. 100, No. 2, Jul-Dec 2024
ISSN: 2519-6332 (Print)
ISSN: 2708-1915 (Online)

ستر اسی کبوتروں کا ایک جھنڈ آسمان پر بلند ہوتا۔ حالاں کہ بڑی ماں کو کبوتر پسند نہیں تھے۔

"اے ہے ناس پیٹے اتنی گند پھیلاتے ہیں اور اتنی آوازیں کہ بیٹھنا مشکل۔"(۱۵)

دیوانِ شیام بہادر رام پور اسٹیٹ کی دیوانی سے اس لیے استعفیٰ دے دیتے ہیں کہ:

جھوٹ بول نہیں سکتے اور سچ بولنا نمک حرامی ہوگی اور جب دیوان ہی نہیں رہوں گا تو سچ اور جھوٹ کی پابندی نہیں رہے گی۔(۱۶)

یہ صرف شخصیات کی تصویریں یا مقامات کے مناظر نہیں ہیں بلکہ تہذیبی، معاشرتی، سیاسی اور سماجی اتار چڑھاؤ کے وہ مرقع ہیں جنھیں محفوظ کرنے اور آنے والی نسلوں سے متعارف کرانے کا کوئی طریقہ ابھی تک قلم کے علاوہ دریافت نہیں ہو سکا۔ جاوید صدیقی کا کمال یہ ہے کہ مناظر کی جذبات حلیے کی تفصیل جملوں کا اتار چڑھاؤ کردار سے متعلق ارد گرد کے واقعات سب کس تفصیل سے بیان کرتے ہیں مگر الگ کنارے کھڑے نظر آتے ہیں۔ اپنی رائے پڑھنے والے پر لادنے کی کوشش نہیں کرتے ہیں۔ فیصلہ پڑھنے والے پر چھوڑ دیتے ہیں۔

اسکرین پلے اور منظر نگاری کے لیے مشاہدے اور نظر کی باریکی کی ضرورت ہوتی ہوگی مگر وہ زبان انوکھی تشبیہیں، جہاں تصنع کے لیے کوئی جگہ ہی نہیں یہ جاوید صدیقی کا وہ کام ہے جس کا ذکر نہ کرنا ناانصافی ہوگی ایک بنجارہ میں نیاز حیدر کے لیے لکھتے ہیں:

اگر سوٹ پہنے ہوتے اور ذرا سے گورے ہوتے تو کوئی بھی قسم کھا لیتا کہ کارل مارکس زندہ ہو گئے۔(۱۷)

بابا نے ایک جگہ جو بظاہر نگاہ سے کم تھی میری طرف ڈالی ہلکے سے سر ہلایا اور گاؤ تکیے سے لگ کر بیٹھ گئے۔ جیسے مجلس پڑھنے والے ہوں، بیڑی کو انگلیوں میں اس طرح پکڑ لیا جیسے بسم اللہ خاں شہنائی پکڑے تھے۔ چہرے پہ ویسی ہی چمک آئی جیسی پرانے پیتل پر پالش کے بعد آتی ہے۔(۱۸)

خوش نصیب ہیں وہ کردار جن کے خاکے جاوید صدیقی نے لکھے ہیں۔ وہ ہمارے جانے پہچانے کردار ہوں یا اجنبی تمام کردار ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔

اپنے بنائے ہوئے خاکوں میں رنگ بھرتے وقت وہ منظر کی جزئیات میں اس طرح گم ہو جاتے ہیں کہ خود

Bi-Annual URDU
Vol. 100, No. 2, Jul-Dec 2024
ISSN: 2519-6332 (Print)
ISSN: 2708-1915 (Online)

بھی منظر کا ایک حصہ بن جاتے ہیں۔ حیران و پریشان خود ایک کونے میں خاموش کھڑے نظر آتے ہیں۔ دوسرے کو راجا بھوج اور خود کو گنگو تیلی کہنے کا ہنر جاوید صدیقی کو خوب آتا ہے۔ کہیں مسرور کہیں رنجیدہ اور پورا منظر کیفیت بن کر ان پر گزرتا رہتا ہے۔

ہماری معاشرتی، سماجی، اقتصادی اور تہذیبی پیچیدگیوں پر جاوید صدیقی کی گرفت بہت مضبوط ہے۔ بطور خاص تہذیبی و معاشرتی مسائل کو وہ ہو بہو پیش کرنے پر قادر ہیں۔ ان کی میانہ سادگی میں پُر کاری اور فصاحت کی چاشنی کا اعلیٰ نمونہ بن کر سامنے آتا ہے۔ الفاظ اور مرکبات ڈھلے ڈھلائے سانچوں سے نکل کر جملے، اقتباسات اور مکمل خاکے میں صاحب خاکہ کے رخ کو اور مکمل شخصیت کو روشن کر دیتے ہیں۔ ان کی تحریر میں فطری شوخی بھی ہے۔ جولانی، خوش دلی، بذلہ سنجی اور شگفتگی کے عناصر ان کی تحریر کا حصہ ہیں۔ ان تمام خوبیوں کی بنا پر 'لنگر خانہ' اُور روشن دان، اُردو ادب اور خاکہ نگاری کی روایت میں اہم پڑاؤ ہیں۔

حواشی

۱۔ سیّد عابد حسین، "قومی تہذیب کا مسئلہ"، (دہلی: قومی کونسل برائے فروغِ زبان اُردو، ۱۹۸۰ء)، ص ۱۵
۲۔ محمد مجیب، "تاریخِ تمدنِ ہند"، (ایضاً، ۱۹۷۲ء)، ص ۸
۳۔ مجاور حسین سیّد، "اُردو شاعری میں قومی یکجہتی کے عناصر"، (لکھنؤ: اُتر پردیش اُردو اکادمی، ۲۰۰۴ء)، ص ۲۳
۴۔ جاوید صدیقی، "پیش لفظ" مشمولہ "روشن دان"، (کراچی: سٹی پریس، ۲۰۱۲ء)، ص ۵
۵۔ ایضاً، ص ۶
۶۔ ایضاً، "لنگر خانہ"، (بمبئی: کتاب دار، ۲۰۱۵ء)، ص ۱۷
۷۔ ایضاً، ص ۲۱
۸۔ ایضاً، ص ۵۲
۹۔ ایضاً، ص ۵۹
۱۰۔ ایضاً، ص ۶۲
۱۱۔ ایضاً، ص ۸۱
۱۲۔ ایضاً، ص ۸۵
۱۳۔ ایضاً، "روشن دان"، ص ۶۲
۱۴۔ ایضاً، ص ۶۳
۱۵۔ ایضاً، ص ۶۴

Bi-Annual URDU
Vol. 100, No. 2, Jul-Dec 2024
ISSN: 2519-6332 (Print)
ISSN: 2708-1915 (Online)

۱۶۔ ایضاً، ص ۱۱۲
۱۷۔ ایضاً، ص ۱۱
۱۸۔ ایضاً، ص ۲۳

ماٰخذ

۱۔ حسین، عابد، سید، ''قومی تہذیب کا مسئلہ''، دہلی: قومی کونسل برائے فروغِ زبان اُردو، ۱۹۸۰ء
۲۔ سید، مجاور حسین، ''اُردو شاعری میں قومی یکجہتی کے عناصر''، لکھنؤ: اُتر پردیش اُردو اکادمی، ۲۰۰۴ء
۳۔ صدیقی، جاوید، روشن دان''، کراچی: سٹی پریس، ۲۰۱۲ء
۴۔ _____، ''لنگر خانہ''، بمبئی: کتاب دار، ۲۰۱۵ء
۵۔ مجیب، محمد، ''تاریخ تمدنِ ہند''، دہلی: قومی کونسل برائے فروغِ زبان اُردو، ۱۹۷۲ء

Bibliography:

1. Hussain, Abid, Saiyid, *Qaumi Tehzeeb Ka Mas'ala*, Delhi: National Council for Promotion of Urdu Language, 1980.
2. Mujeeb, Muhammad, *Tareekh-e-Tamaddun-e-Hind*, Delhi: National Council for Promotion of Urdu Language, 1972.
3. Saiyed, Mujawar Hussain, *Urdu Sha'iri mein Qaumi Yakjehti kay Anasir*, Lucknow: Utar Pardesh Urdu Academy, 2004.
4. Siddiqui, Javed, *Roshandaan*, Karachi: City Press, 2012.
5. ____, *Langar Khana*, Bombay: Kitabdaar, 2015.